اقبال کی نظم ''طلبہ علی گڑھ کالج کے نام'' کا فنی جائزہ

محمد خالد لطیف ساحل، ایسوسی ایٹ پروفیسر (ریٹائرڈ)، گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور

Abstract

In this article, the point of view of Iqbal and other scholars regarding the prosody, soundlore and phonology about his poem "Talaba Ali garh College Kay Naam" is discussed and it is said that Iqbal's point of view and anhydrous is correct. The matter and material discussed in this article reveals the sound and solid knowledge of Iqbal about rhythem and related attributes of poetry."

علامہ اقبال کے فکر و فن اور حیات و شخصیت کی تفہیم و توصیف کے سلسلے میں لکھی گئی متعدد کتابیں اُردو تحقیق و تنقید کے باب میں سرمایۂ افتخار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں ایک قابل ذکر کتاب ''فکرِ اقبال'' بھی ہے جو ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی لکھی ہوئی ہے۔ پروفیسر محمد حنیف شاہد (بطور ناشر اور ڈائریکٹر بزمِ اقبال لاہور)، اس کتاب کے پیش لفظ میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کا تعارف ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:

> ''ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم یکم جولائی ۱۸۸۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۷ء میں سینٹ سٹیفن کالج دہلی سے ایم-اے فلسفہ کی ڈگری حاصل کی اور مولانا جلال الدین رومی کے فلسفہ مابعدالطبیعیات پر ہائیڈل برگ یونیورسٹی سے ۱۹۲۵ء میں ڈاکٹریٹ (پی-ایچ-ڈی) کی ڈگری حاصل کی۔ انھوں نے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں اٹھارہ سال تک صدر شعبہ فلسفہ کی حیثیت سے شاندار خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں انھوں نے ۱۹۵۰ء سے لے کر ۱۹۵۹ء تک ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور کے ڈائریکٹر کے طور پر تاریخ ساز خدمات انجام دیں۔ ان کی تصانیف میں اسلام کا نظریہ حیات، تاریخ فلسفہ جدید، نفسیات وواردات روحانی خاص طور پر قابل ذکر اور قابل قدر ہیں۔''(۱)

''فکرِ اقبال'' کا زیرِ مطالعہ دسواں ایڈیشن، اپریل ۲۰۱۳ء بیس ابواب پر مشتمل ہے۔ آخر میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کا مختصر سوانحی خاکہ اور حواشی و تعلیقات شامل کی گئی ہیں جن کے مصنف کا نام درج نہیں۔ یہ کام بظاہر پروفیسر محمد حنیف شاہد کا دکھائی دیتا ہے جنھوں نے بطور ڈائریکٹر بزمِ اقبال لاہور،

اپنے نام کی بار بار اشاعت سے گریز کیا ہے۔

فکرِ اقبال کے تیسرے باب میں اقبال کے ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک کے حالات اور تخلیقی مصروفیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم لکھتے ہیں:

''یہ زمانہ اقبال کے قیامِ فرنگ کا زمانہ ہے...... اقبال نے روانگی کے وقت فقط اس مقصد کا اظہار کیا کہ وہ حصولِ علم کی خاطر اُدھر کا رخ کر رہے ہیں۔

چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شرابِ علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو'' (۲)

عرصۂ قیامِ مغرب میں کہی ہوئی اقبال کی نظموں میں ایک نظم ''طلبہ علی گڑھ کالج کے نام'' بھی ہے۔ ''بانگِ درا'' کے مروّجہ مجموعہ میں یہ نظم سات اشعار پر مشتمل ہے جو درج ذیل ہیں:

''اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے
طائرِ زیرِ دام کے نالے تو سن چکے ہو تم
یہ بھی سنو کہ نالۂ طائرِ بام اور ہے
آتی تھی کوہ سے صدا، رازِ حیات ہے سکوں
کہتا تھا مورِ ناتواں، لطفِ خرام اور ہے
جذبِ حرم سے ہے فروغِ انجمن حجاز کا
اس کا مقام اور ہے اس کا نظام اور ہے
موت ہے عیشِ جاوداں، ذوقِ طلب اگر نہ ہو
گردشِ آدمی ہے اور گردشِ جام اور ہے
شمعِ سحر یہ کہہ گئی سوز ہے زندگی کا ساز
غم کدۂ نمود میں شرطِ دوام اور ہے
بادہ ہے نیم رس ابھی، شوق ہے نارسا ابھی
رہنے دو خُم کے سر پہ تم خشتِ کلیسا ابھی'' (۳)

اس نظم کے حوالے سے خلیفہ عبدالحکیم لکھتے ہیں:

''جب یہ نظم علی گڑھ والوں کو بھیجی گئی تو اس میں ایک اور شعر جس کا مضمون یہ تھا کہ نظامِ اسلام، بے قید مقام ہے یعنی جغرافیائی حدود و قیود کا پابند نہیں؛ معلوم نہیں کہ بانگِ درا کی اشاعت کے وقت اقبال نے اس شعر کو کیوں خارج کر دیا تھا، وہ شعر یہ تھا:

جس بزم کی بساط ہو، سرحدِ چیں سے مصر تک
ساقی ہے اس کا اور ہی، مے اور جام اور ہے'' (۴)

خلیفہ عبدالحکیم کے مرقومہ مندرجہ بالا شعر کا فنی اور عروضی تجزیہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شعر دو بحروں میں لکھا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مذکورہ نظم کی بحر سے خارج ہے اور اسے بے وزن بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس شعر کی تقطیع درج ذیل ہے:

مُستَفعِلُن مُفَاعِلُن ، مُفتَعَلُن مُفَاعِلُن
مُفتَعَلُن مُفَاعِلُن ، مُستَفعِلُن مُفَاعِلُن

یعنی شعر کے دونوں مصرعوں کے ایک ایک حصے میں مُفتَعَلُن کی جگہ مُستَفعِلُن کا وزن اختیار کیا گیا ہے جس کی وجہ سے مذکورہ شعر، نظم کے باقی اشعار سے مختلف اور خارج از وزن ہو گیا ہے۔

خلیفہ عبدالحکیم خود بھی شعر فہم اور شعر شناس تھے اور انھوں نے ''فکرِ اقبال'' میں جا بجا اقبال کے اشعار کی تشریح و تفہیم کا فریضہ بھی سر انجام دیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ انھوں نے کتاب کے آغاز میں اقبال کے لیے ایک نظم بھی تحریر کی ہے جس کے بارے میں یہ شذرہ بھی درج ہے کہ:

''یہ نظم علامہ اقبال کی وفات پر کہی گئی۔'' خلیفہ عبدالحکیم (۵)

اس نظم کا پہلا بند اس طرح ہے:

''سینہ تھا ترا مشرق و مغرب کا خزینہ
دل تھا ترا اسرار و معارف کا دفینہ
ہر شعر ترا بامِ ترقی کا ہے زینہ
مانندِ مہِ نو تھا فلک سیر سفینہ
اس ساز کے پردے میں تھی عرفان کی آواز
کیا عرش سے ٹکرائی ہے انسان کی آواز'' (۶)

یہ ایک طویل نظم ہے اور اس کے فکر انگیز اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلیفہ عبدالحکیم باقاعدہ شاعر تھے۔ تاہم یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اقبال کے مذکورہ شعر کو نظم کے دوسرے اشعار کے وزن سے مختلف ہونے کا اندازہ کیوں نہ کر سکے۔ کیا یہ شعر اُن کے اپنے ہی ذہن کی اختراع تھی یا اس شعر کے سلسلے میں واقعی اقبال سے تساہل ہوا تھا؟

اس سلسلے میں ایسی کتابوں کی طرف بالخصوص رجوع کرنا ضروری تھا جن میں ایسا مواد اکٹھا کیا گیا تھا جس میں اقبال کی شاعری کے فنی پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا ہو یا اُسے ہدفِ تنقید بنایا گیا ہو۔

ڈاکٹر ایوب صابر کی کتاب ''کلامِ اقبال پر فنی اعتراضات – ایک جائزہ''

میں اس شعر کے بارے میں کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اُس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اقبال کی شاعری پر زیادہ تر اعتراضات ۱۹۰۵ء سے پہلے کیے گئے جب اُن کی شاعری کا ابتدائی دور تھا اور ڈاکٹر ایوب صابر کی کتاب میں بھی اقبال پر کیے گئے ۱۹۰۵ء سے پہلے کے اعتراضات پر بحث کی گئی ہے۔ ڈاکٹر ایوب صابر لکھتے ہیں:

''اقبال پر اعتراضات کی ابتدا ایک ادبی معرکے سے ہوتی ہے۔ یہ ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۴ء کے دوران رونما ہوا۔ شیخ عبدالقادر کا رسالہ ''مخزن'' اپریل ۱۹۰۱ء میں لاہور سے جاری ہوا۔ اگرچہ اس سے پہلے بعض رسائل میں کلامِ اقبال شائع ہوتا رہا تھا تاہم اقبال کی شعری تخلیقات، ایک تسلسل کے ساتھ مخزن کے ذریعے منظر عام پر آنا شروع ہوئیں۔ ۱۹۰۳ء میں مولوی ممتاز علی نے لاہور ہی سے ایک پندرہ روزہ رسالہ ''تالیف و اشاعت'' کے نام سے جاری کیا۔ ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں انھوں نے اہل پنجاب کی تحریروں پر اہلِ زبان کی نکتہ چینیوں کے خلاف شکایت کی۔''(۷)

ڈاکٹر ایوب صابر نے اقبال پر اعتراضات کے حوالے سے مباحث کو بنیادی مآخذات یعنی ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۵ء تک کے ادبی رسائل سے اُٹھانے کے بجائے مختلف کتب سے نقل کیا ہے جن میں اکبر حیدری کشمیری کی کتاب ''اقبال کی صحتِ زباں'' خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

ڈاکٹر تحسین فراقی نے بھی اپنی مرتبہ کتاب ''نقد اقبال، حیاتِ اقبال میں''(۸) میں جن مضامین کو اکٹھا کیا ہے وہ ''زمانہ''، ''الناظر''، ''نقیب''، ''ہزار داستاں''، ''ماہنامہ زبان منگرول''، ''صوفی''، ''ہمایوں''، ''کارواں''، ''تاج''، ''مجلہ عثمانیہ''، ''طلوع اسلام''، ''ادبیاتِ ملیہ'' اور ''پیام'' جیسے رسائل میں شائع ہوئے تھے۔ ان مضامین کا زمانۂ تصنیف ۱۹۱۸ء سے ۱۸۳۸ء ہے۔ ''الناظر'' اور ''ادبیاتِ ملیہ'' میں شائع ہونے والے مضامین کا زمانۂ تصنیف درج نہیں کیا گیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں ثانوی مآخذات یعنی اُن کتب سے اُٹھایا گیا ہے جن میں نذیر نیازی کی مرتبہ ایک کتاب ''ادبیاتِ ملیہ'' بھی ہے۔

ڈاکٹر گیان چند نے ''ابتدائی کلامِ اقبال، بہ ترتیب مہ و سال'' میں اقبال کا بہت سا متروک کلام اکٹھا کیا ہے۔ اقبال کی ابتدائی شاعری اور فکری ارتقا کے حوالے سے یہ کتاب نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ اس کتاب میں اقبال کی زیرِ بحث نظم ''طلبہ علی گڑھ کالج کے نام'' کو شامل اشاعت کیا گیا ہے اور اسے جون ۱۹۰۷ء کی تخلیق بتایا گیا ہے۔(۹) ڈاکٹر گیان چند، اس نظم کے حواشی میں لکھتے ہیں:

''اس نظم کے منسوخ متن اور متداول متن میں اتنی بڑی تبدیلیاں ہیں کہ دونوں کو الگ الگ دینا زیادہ مناسب ہے۔ یہ نظم اقبال نے یورپ سے علی گڑھ کالج کے طلبہ کو بھیجی تھی۔''(۱۰)

ڈاکٹر گیان چند نے نظم کے منسوخ متن میں متداول متن کے سات اشعار کے برعکس کل ۱۲ اشعار درج کیے ہیں اور اختلاف نسخ میں ان اشعار کے تین ماخذات درج کیے ہیں۔ جن میں (۱) احمد دین مرتبہ

مشفق خواجہ (۲) قلمی کلام مرتبہ محمد انور خاں طالب علم جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ اور مخزن جون ۱۹۰۷ء شامل ہیں۔ (۱۱) ان مآخذات کی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اقبال کی مکمل نظم سات کے بجائے بارہ اشعار پر مشتمل تھی۔ جو اشعار قلم زد کر کے اقبال نے نظم سے خارج کر دیے وہ درج ذیل ہیں:

''مستورِ مے درونِ جام، پرتوِ مے برونِ جام
اس کا مقام اور ہے، اُس کا مقام اور ہے
یوں تو پلانے آتے ہیں محفل کو ساقیانِ ہند
لیکن انھیں خبر نہیں، یہ تشنہ کام اور ہے
جس بزم کی بساط ہو، سرحدِ چیں سے مصر تک
ساقی ہی اس کا اور ہے، مے اور جام اور ہے
اے بزمِ دورِ آخری، کس کی تلاش ہے تجھے
تو سجدۂ حجاز ہے، تیرا امام اور ہے
باقی ہے زندگی میں کیا، ذوقِ نمود اگر نہ ہو
حرکتِ آدمی ہے اور، حرکتِ جام اور ہے'' (۱۲)

مندرجہ بالا پانچوں اشعار اس اعتبار سے بے وزن کہے جا سکتے ہیں کہ ان میں سے تمام اشعار کے تمام حصے دو مختلف بحروں میں لکھے گئے ہیں اور جا بجا مُفْتَعِلُن کی جگہ مُسْتَفْعِلُن کے وزن کو اختیار کیا گیا ہے جو یقیناً نا روا ہے۔ ان پانچ اشعار میں وہ شعر بھی شامل ہے جس کا ذکر خلیفہ عبدالحکیم نے اپنی کتاب ''فکرِ اقبال'' میں کیا تھا اور اُسے شامل اشاعت نہ کرنے پر اقبال کے رویے پر تعجب کا اظہار کیا تھا۔ اقبال کی نظم کے منسوخ متن اور متداول متن کا موازنہ کرتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف بھی ہوتا ہے کہ متداول متن میں بھی اقبال نے وزن کے نقائص کو سات اشعار میں بارہ مقامات پر درست کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدائی طور پر اس نظم کا کوئی شعر بھی ایسا نہیں تھا جو ایک وزن میں ہو۔ دوسرے لفظوں میں اس پوری نظم کے مختلف حصے دو اوزان میں لکھے گئے تھے جن میں سے اقبال نے سات اشعار وزن کی درستی کے بعد بانگ درا کے متداول مجموعے میں شامل کر لیے اور پانچ اشعار کو قلم زد کر دیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ خلیفہ عبدالحکیم کی طرح ڈاکٹر گیان چند نے بھی اوزان کی تفریق کو نظر انداز کر دیا ہے اور اس سلسلے میں دور کی کوڑی لانے کی کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں:

''عروض کی روح کو غلط سمجھنے کا مظہر، اقبال کی تین نظموں کا ابتدائی متن ہے۔ پیام، زیرِ نظر نظم اور کوششِ ناتمام، ان تینوں نظموں کا ابتدائی مرکزی وزن مُفْتَعِلُن مفاعلن، مُفْتَعِلُن مفاعلن ہے۔ انھوں نے عربی فارسی کی قدیم عروضی کتابوں میں پڑھ لیا ہوگا کہ مفتعلن کی جگہ مستفعلن یا فعولن بھی لا سکتے ہیں۔

پھر کیا تھا۔ انھوں نے ترنم اور آہنگ کو بالائے طاق رکھ دیا اور لگے عروضی کرتب دکھانے۔''(۱۳)

ڈاکٹر گیان چند کا یہ بیان کہ ''اقبال نے عربی فارسی کی قدیم عروضی کتابوں میں پڑھ لیا ہوگا کہ مفتعلن کی جگہ مستفعلن یا فعولن بھی لا سکتے ہیں۔''، محض قیاس پر مشتمل ہے اور علم عروض سے ناواقفیت یا کم از کم سرسری واقفیت پر منحصر ہے۔ مفتعلن، مستفعلن اور فعولن، وزن کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مترادف نہیں ہو سکتے۔ البتہ ان میں سے کسی بھی رُکن کو اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن اُس رُکن کا پوری نظم میں برقرار رہنا ضروری ہوتا ہے۔

ڈاکٹر گیان چند نے اقبال کے ایک خط کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے جس میں اس نظم کے پہلے شعر پر اقبال نے اپنی رائے دی ہے۔ مکتوب سے پہلے مرتب جناب بشیر احمد ڈار کا یہ نوٹ ہے:

''کیپٹن منظور حسین نے اپنی نظموں کا ایک مختصر مجموعہ ''پیامِ غربت'' کے عنوان سے چھپوایا جس کے سرِ ورق پر اقبال کا یہ شعر لکھوایا گیا:

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
غربت کا دردمند کا طرزِ کلام اور ہے''(۱۴)

اس مجموعے کا ایک نسخہ انھوں نے علامہ اقبال کی خدمت میں ارسال کیا۔ مندرجہ ذیل خط اسی کے جواب میں لکھا گیا۔ اقبال کے خط کے یہ جملے قابل ذکر ہیں:

''سرِ عنوان شعر (اوروں کا ہے پیام اور......) جہاں تک مجھے یاد ہے میرا ہے۔ اس نظم میں بہت سے اغلاط چھپ گئے ہیں۔ دوسرے مصرع میں ''غربت'' کی جگہ لفظ عشق ہے۔ ''غربت'' سے بحر شعر کا درست نہیں رہتا۔ نظر ثانی میں مَیں نے اسے درست کر دیا ہے۔ آپ بھی دوسری ایڈیشن میں تصحیح کر لیں۔''(۱۵)

ڈاکٹر گیان چند نے اقبال کی مذکورہ بالا تحریر اقبال کے خطوط کے مجموعے ''انوارِ اقبال'' میں مشمولہ ایک مکتوب ۱۹۱۸ء بہ نام کیپٹن منظور حسین سے لی ہے اور اقبال کی مستند تحریروں میں شامل ہوتی ہے۔ اقبال کا یہ تسلیم کرنا کہ ''غربت'' کے لفظ سے بحر شعر کا درست نہیں رہتا، اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس نظم میں اس طرح کا وزنی تساہل، اقبال سے جہاں جہاں ہوا ہے اُسے درست کرنا ضروری تھا اور اسی لیے اقبال نے اس نظم کو جا بجا درست کیا ہے۔

میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ نظم کے مروّجہ سات اشعار میں بارہ مقامات پر اقبال نے عروضی درستی کی ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین البتہ اقبال کے تمام اشعار کی بحر کو درست قرار دینے پر مصر ہیں۔ کہتے ہیں:

''یہ انکشاف بڑا پریشان کن ہے کہ اقبال اس وزن میں مفتعلن کی جگہ دوسرے ارکان کو بعد میں ناجائز قرار دینے لگے۔ قدر بلگرامی نے قواعد العروض میں اس وزن میں مفتعلن کی جگہ مفاعلن یا

فعولن لانے کو جائز قرار دیا ہے (قواعد العروض لکھنو ۱۳۰۰ھ ص ۱۵۴) یاس یگانہ نے چراغِ سخن میں لکھا ہے کہ بحرِ رجز میں خبن (مفاعلن)، طے (مفتعلن)، رفع (فاعلن) تسکین (مفعولن) سے ہر جگہ کام لیا جا سکتا ہے۔ (چراغِ سخن، نولکشور پریس لکھنو ۱۹۲۱ ص ۹۶) اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ عروضی کتب کے لحاظ سے مندرجہ بالا وزن میں اقبال کی آزادیاں جائز ہیں۔ اقبال کا انھیں خارج از بحر قرار دینا درست نہیں۔'' (۱۶)

ڈاکٹر گیان چند کی مندرجہ بالا تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اقبال سے نیاز مندی کے زیر اثر اقبال کی فروگذاشت کو نظر انداز کرنا چاہتے ہیں لیکن حقیقت میں اُن کا یہ عمل اقبال کے مقام و مرتبہ میں اضافے کا باعث بننے کے بجائے اقبال کے شعری علم و مقام کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔ وہ قدر بلگرامی اور یاس یگانہ کے عروضی مباحث کو بھی درست طور پر سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔

اگر ہم بحر رجز کے سالم رُکن مُستَفعِلُن اور اُس کے چاروں زحافات مفاعلن، مفتعلن، فاعلن اور فعولن (جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں یاس یگانہ کی کتاب ''چراغ سخن'' کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے) کو سامنے رکھ کر اوزان ترتیب دیں تو مندرجہ ذیل بنیادی اوزان سامنے آتے ہیں جن میں ارا کین کی تعداد زیادہ یا کم کرنے سے مزید اوزان بھی ترتیب دیے جا سکتے ہیں۔ چونکہ اوزان کا انحصار ارا کین کی تعداد پر منحصر ہے اور اعداد، لا متناہی ہیں اس لیے کسی بھی بحر میں لا متناہی اوزان اختیار کیے جا سکتے ہیں۔

اس بحر میں بنیادی اوزان درج ذیل ہیں:

۱۔ مُستَفعِلُن (ایک مصرعے میں چار بار) بحرِ رجز سالم مثمن
۲۔ مُفتَعِلُن (ایک مصرعے میں چار بار) بحرِ رجز مطوی مثمن
۳۔ مُستَفعِلُن مفاعلن (ایک مصرعے میں دو بار) بحرِ رجز مخبونِ مثمن
۴۔ مُفتَعِلُن مفاعلن (ایک مصرعے میں دو بار) بحرِ رجز مطوی مخبون مثمن
(یہ وہ وزن ہے جس میں اقبال نے نظم طلبہ علی گڑھ کالج کے نام لکھی ہے)
۵۔ مُستَفعِلُن فاعلن (ایک مصرعے میں دو بار) بحرِ رجز مرفع مثمن
۶۔ مُفتَعِلُن فاعلن (ایک مصرعے میں دو بار) بحرِ رجز مطوی مرفع مثمن
۷۔ مُستَفعِلُن مفعولن (ایک مصرعے میں دو بار) بحرِ رجز مسکن مثمن
۸۔ مُفتَعِلُن مفعولن (ایک مصرعے میں دو بار) بحرِ رجز مطوی مسکن مثمن

ان آٹھ مروجہ اوزان میں کوئی وزن بھی دوسرے وزن کے مترادف نہیں ہو سکتا۔ اقبال سے تساہل یہ ہوا کہ انھوں نے اس نظم کے مصرعوں کے بعض حصے بحرِ رجز مخبون میں لکھ دیے اور بعض حصے بحرِ رجز مطوی مخبون میں لکھ دیے۔ بعد میں جب انھیں احساس ہوا تو انھوں نے وزن کے اس نقص کو دور کر دیا۔

ڈاکٹر گیان چند کو چاہیے کہ اس نظم کے معاملے میں وہ اقبال کے استدلال کو تسلیم کر لیں۔ اس بحث میں آگے چل کر اُن کا یہ کہنا درست اور کسی حد تک معاملہ فہمی کے قریب دکھائی دیتا ہے کہ

''ہاں جہاں تک موزونیت وترنم کا سوال ہے، یہ نامستحسن ہیں۔''(۱۷)

جب آپ کسی کلام کی موزونیت اور ترنم کو نامستحسن کہہ دیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ اُسے ناموزوں اور بے وزن قرار دے رہے ہیں۔ اس بحث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر گیان چند کے اپنے بیان میں تضاد پایا جاتا ہے۔

بانگ درا میں شامل اقبال کے ابتدائی کلام میں ''طلبہ علی گڑھ کالج کے نام'' تک ۴۵ نظموں اور ۱۳ غزلوں میں سے صرف ایک اور نظم ''پیام'' اس بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس بحر میں نظم ''طلبہ علی گڑھ کالج کے نام'' لکھی گئی وہ اقبال کے لیے بالکل نئی بحر تھی اور اس میں اقبال سے تساہل ہوا ہے۔ آگے چل کر اس وزن میں اقبال کی متعدد تخلیقات ہیں جن کے بارے میں یہ بتانا ضروری ہے کہ کہیں بھی اقبال نے ''وزن میں گنجائش'' کا فائدہ نہیں اُٹھایا۔

غالب نے اس بحر میں بہت کم لکھا ہے لیکن اس بحر میں اُن کی ایک غزل بہت معروف ہے۔ جس کا ایک شعر یہ بھی ہے:

''میں نے کہا کہ بزمِ ناز، چاہیے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اُٹھا دیا کہ یوں''(۱۸)

اس غزل کے کسی شعر میں غالب نے مروجہ وزن سے انحراف کی کوشش نہیں کی اور کسی عروضی رعایت سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔

غالب کی ایک اور مشہور غزل اس وزن میں ہے جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

''دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں
واں وہ غرورِ عزّ و ناز یاں یہ حجابِ پاسِ وضع
راہ میں ہم ملیں کہاں؟ بزم میں وہ بلائے کیوں
ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اُس کی گلی میں جائے کیوں''(۱۹)

غالب کا کوئی شعر بھی مروجہ وزن سے باہر نہیں ہے۔ البتہ مفتعلن مفاعلن کی جگہ مفتعلن مفاعلات کی گنجائش موجود ہے۔ جس کا فائدہ غالب نے اُٹھایا ہے۔ اس گنجائش کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اقبال نے بھی تین اشعار اس وزن میں کہے ہیں اور مروجہ کلام کی نظم ''طلبہ علی گڑھ کالج کے نام'' میں

شامل کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

''اوروں کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے
جذبِ حرم سے ہے فروغ، انجمنِ حجاز کا
اس کا مقام اور ہے اس کا نظام اور ہے
موت ہے عیشِ جاوداں، ذوقِ طلب اگر نہ ہو
گردشِ آدمی ہے اور، گردشِ جام اور ہے''(۲۰)

مختصراً یہ کہنا درست ہے کہ اقبال نے اپنی نظم ''طلبہ علی گڑھ کالج کے نام'' میں جو اصلاح کی اُس میں وہ حق بجانب ہیں اور یہ عمل ضروری بھی تھا۔ میرے ذاتی خیال میں اقبال کی عظمت کا سب سے بڑا، نمایاں اور اہم پہلو اُن کی شاعری میں موجود صوتیاتی تاثر، آہنگ اور ترنم ہے اور یہ انفرادیت اُس سے پہلے اور بعد کے کسی بھی بڑے شاعر کے کلام میں اس درجہ موجود نہیں ہے۔ یہی اقبال کی انفرادیت ہے اور یہی اقبال کی عظمت کا بیّن ثبوت ہے۔

حوالہ جات وتعلیقات:

۱۔ محمد حنیف شاہد، پروفیسر: پیش لفظ، مشمولہ فکر اقبال از خلیفہ عبدالحکیم، (لاہور: بزمِ اقبال، دسواں ایڈیشن، اپریل ۲۰۱۳ء)، ص ۹

۲۔ خلیفہ عبدالحکیم: فکرِ اقبال، (لاہور: بزمِ اقبال، دسواں ایڈیشن اپریل ۲۰۱۳ء)، ص ۶۴

۳۔ علامہ محمد اقبال: کلیاتِ اقبال، (لاہور: اقبال اکادمی، اشاعتِ ششم ۲۰۰۴ء)، ص ۱۴۰

۴۔ خلیفہ عبدالحکیم: فکرِ اقبال، (لاہور: بزمِ اقبال، دسواں ایڈیشن اپریل ۲۰۱۳ء)، ص ۳۷

۵۔ ایضاً، ص ۲۱

۶۔ ایضاً، ص ۲۱

۷۔ ایوب صابر، ڈاکٹر: کلام اقبال پر فنی اعتراضات، (اسلام آباد: پورب اکادمی، طبع اوّل، ۲۰۱۰ء)، ص ۱۱

۸۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر: نقد اقبال، حیاتِ اقبال میں، (لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۹۲ء)

۹۔ گیان چند، ڈاکٹر: ابتدائی کلام اقبال، بہ ترتیب مہ و سال، (حیدرآباد: اُردو ریسرچ سنٹر ۱۹۸۸ء)، ص ۳۱۳

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۱۳

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۳۹
۱۲۔ ایضاً، ص ۳۱۲
۱۳۔ ایضاً، ص ۳۱۴
۱۴۔ بشیر احمد ڈار: انوارِ اقبال، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع دوم ۱۹۷۷ء)
۱۵۔ گیان چند، ڈاکٹر: ابتدائی کلام اقبال، به ترتیب مه و سال، (حیدرآباد: اُردو ریسرچ سنٹر ۱۹۸۸ء)، ص ۳۱۵
۱۶۔ ایضاً، ص ۳۱۵
۱۷۔ ایضاً، ص ۳۱۵
۱۸۔ غالب: دیوانِ غالب، نسخه حمیدیه، بهوپال، (مفید عام پریس، س-ن)، ص ۱۱۰
۱۹۔ ایضاً، ص ۱۴۱
۲۰۔ اقبال: کلیاتِ اقبال، (لاہور: اقبال اکادمی، اشاعت ششم ۲۰۰۴ء)، ص ۱۴۰

مآخذ:

۱۔ اقبال: کلیاتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی، اشاعت ششم ۲۰۰۴ء۔
۲۔ ایوب صابر، ڈاکٹر: کلام اقبال پر فنی اعتراضات، اسلام آباد: یورپ اکادمی، طبع اوّل، ۲۰۱۰ء۔
۳۔ بشیر احمد ڈار: انوارِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع دوم ۱۹۷۷ء۔
۴۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر: نقد اقبال، حیاتِ اقبال میں، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۹۲ء۔
۵۔ خلیفہ عبدالحکیم: فکرِ اقبال، لاہور: بزمِ اقبال، دسواں ایڈیشن اپریل ۲۰۱۳ء۔
۶۔ خلیفہ عبدالحکیم: فکرِ اقبال، لاہور: بزمِ اقبال، دسواں ایڈیشن اپریل ۲۰۱۳ء۔
۷۔ علامہ محمد اقبال: کلیاتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی، اشاعتِ ششم ۲۰۰۴ء۔
۸۔ غالب: دیوانِ غالب، نسخه حمیدیه، بهوپال، مفید عام پریس، س-ن۔
۹۔ گیان چند، ڈاکٹر: ابتدائی کلام اقبال، به ترتیب مه و سال، حیدرآباد: اُردو ریسرچ سنٹر ۱۹۸۸ء۔
۱۰۔ گیان چند، ڈاکٹر: ابتدائی کلام اقبال، به ترتیب مه و سال، حیدرآباد: اُردو ریسرچ سنٹر ۱۹۸۸ء۔
۱۱۔ محمد حنیف شاہد، پروفیسر: پیش لفظ، مشمولہ فکر اقبال از خلیفه عبدالحکیم، لاہور: بزمِ اقبال، دسواں ایڈیشن، اپریل ۲۰۱۳ء۔